Lesson 2: Yusuf (Ayaat 19- 35): Day 8 سُوْرَةُ يُوْسُف کی تفسیر

آیت 25 میں اُس عورت کی ضِد کی طرف اشارہ ہے۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾

اور دونوں دروازے کی طرف بھاگے (آگے یوسف اور پیچھے زلیخا) اور عورت نے ان کا کرتا پیچھے سے (پکڑ کر جو کھینچا تو) پھاڑ ڈالا اور دونوں کو دروازے کے پاس عورت کا خاوند مل گیا تو عورت بولی کہ جو شخص تمہاری بیوی کے ساتھ برا ارادہ کرے اس کی اس کے سوا کیا سزا ہے کہ یا تو قید کیا جائے یا دکھ کا عذاب دیا جائے۔

جب یوسفؑ نے دیکھا کہ کہ اس پہ شیطان سوار ہو چُکا ہے تو اُس سے بچنے کے لیے وہ دروازے کی طرف بھاگے۔ اور عورت آپ پہ قابو پانے کے لیے آپ کے پیچھے بھاگی۔ قمیض پیچھے سے کیسے پھٹی؟ یوسفؑ دفاع کر رہے تھے اور عورت پیچھے پڑی تھی۔ اس آیت میں آپ کو بہت خوبصورت الفاظ دِکھیں گے۔ وَاسْتَبَقَا ، سَبَقَا، سے ہے۔ سَبَقَا کہتے ہیں "وہ بھاگا"۔ اسے عربی میں ریس کو کہتے ہیں۔ یہاں تثنیہ کا صیغہ ہے۔ یعنی دونوں بھاگے۔ ایک بچنے کے لئے اور ایک بچانے کے لیے۔ اگلا لفظ ہے وَقَدَّتْ۔ اس کا روٹ ق، د، د ہو گا۔ ت اس میں مونث کی ہے۔ قَدَّ کا لفظ قَد سے ہے۔ ہائٹ کے معنوں میں۔ قَد کہتے ہیں طول میں پھاڑنا۔

عورت سوچ رہی تھی کہ اُس کا شوہر گھر نہیں ہے، ابھی اُس کے آنے کا وقت نہیں ہوا، چالاک تھی لیکن شوہر کسی بھی وجہ سے وقت سے پہلے آ گیا۔ اگر کوئی عام عورت ہوتی تو ایسے موقع پہ اسکا ہارٹ اٹیک ہو جاتا لیکن اس نے جتنی خوبصورتی سے پینترا بدلا، مفسرین کہتے ہیں اس سے لگتا ہے کہ یہ اسکا پہلا موقع نہیں تھا۔ شوہر کو دیکھ کے فوراً بولی کہ دیکھو یہ لڑکا مجھ پہ ہاتھ ڈال رہا ہے، میں نے بڑی مشکل سے خود کو بچایا ہے اب آپ اسے جو مرضی سزا دیں۔ یہ شہوت پہ مبنی محبتیں ہوتی ہیں۔ اگر اُمراحل کو دیکھیں تو پیچھے کیا کہہ رہی تھی هَيْتَ لَكَ ۖ، غَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ، پھر برائی پہ اکسایا اور اب شوہر کو دیکھ کے رُخ بدل گئی۔ بہت سے لڑکے لڑکیاں اس کا فرق نہیں جان پاتے۔ اس عمر میں ایسے لگتا ہے کہ جو ہمیں پیار سے دیکھے وہ ہم سے پیار کرتا ہے۔ وہ پیار نہیں ہوتا، وہ اپنے نفس کی ہوس ہوتی ہے۔ تو اس طرح بعض اوقات بچے، بچیاں اپنے ماں باپ کی عزت کو ٹھُکرا کے چلی جاتی ہیں۔ بعد میں انجام کیا ہوتا ہے وہ سب جانتے ہیں۔

ایک وہ محبت ہوتی ہے جو شادی کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ وہ قائم رہنے والی بھی ہوتی ہے اور بہت مضبوط بھی ہوتی ہے۔ اس عورت نے شوہر کو دیکھا تو کہا کہ اسکو پکڑ کے قید میں ڈال دو۔ کیا یہ محبت کی علامت ہے؟ اگلا لفظ ہے مَا جَزَآ، جَزَآ، بدلے کے لئے آتا ہے۔ اچھا بھی ہو سکتا ہے، بُرا بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے اگر کسی کو کہیں تو جزاک اللہُ خیر کہا کریں، کہ اللہ تعالیٰ آپکو اس کی اچھی جزا دے۔

بِأَهْلِكَ کا لفظ اہل کے لیئے استعمال ہوا ہے۔ اس میں سب سے پہلے بیوی ہوتی ہے پھر بچے ہوتے ہیں۔ أَنْ يُسْجَنَ، مجہول ہے۔ پہلے پھسلایا، دروازے بند کیئے، پھر قمیض پھاڑی اور اب قید اور سزا کی بات کر

رہی ہے۔ یہ نفس پرستی کے تحفے ہوتے ہیں۔ خود غرضی کی محبت کا یہی انجام ہوتا ہے کہ بعد میں پھر بلیک میل کرتے ہیں۔

اب اس وقت یوسف ؑ کا کردار دیکھیئے۔ چپ رہتے، کچھ نہ بولتے کہ میں کیوں بولوں۔ مومن اپنے اوپر ایسے الزام نہیں برداشت کرتا جو اُس کے آگے بڑھنے کے راستے مین رکاوٹ بنے۔ اب یوسف ؑ کا کردار دیکھیں۔

قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَن نَّفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا إِن كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِن قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ﴿٢٦﴾

یوسف نے کہا اسی نے مجھ تھا۔ اس کے قبیلے میں سے ایک فیصلہ کرنے والے نے فیصلہ کیا کہ اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا تو یہ سچی اور یوسف جھوٹا کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔

اس سے ایک اور حدیث کا مفہوم بھی سمجھ آتا ہے کہ اگر کبھی آپ پر جھوٹا الزام لگے جس سے لوگ آپکے بارے میں غلط سوچنے لگیں تو آپ اُس پہ خاموش نہ رہیں۔ اس آیت میں جس نے گواہی دی یہ کون تھا اسکے بارے میں بہت ساری باتیں ہیں۔ یہ قرآنِ پاک کا بڑا مختلف سا مقام ہے۔ اسکو سمجھ لیں۔ گواہی دو طرح سے ہوتی ہے۔ ایک آنکھوں سے دیکھی ہوئی گواہی اور دوسری علامتوں سے پتہ چلتا ہے۔ یہاں آنکھوں سے دیکھنے والا تو کوئی تھا ہی نہیں تو یہ وہ گواہی جو گھر والے پہلے سے ہی جانتے تھے کہ اس عورت کا کردار پہلے سے ہی ایسا ہے۔ اس "گواہی" کے بارے میں مختلف علماء کی مختلف آراء ہے لیکن میری اس معاملے میں ایک اپنی سوچ ہے اور وہ کیا کہ جب انسان اللہ پہ توکل کرتا ہے تو

اللہ ایسی گواہیاں خود پیدا کر دیتا ہے۔ حضرت یوسفؑ میں اخلاص تھا تو اللہ نے حالات پیدا کر دیئے۔ اور سب کو پتہ چل گیا کہ غلطی عورت کی ہے، مرد کی نہیں ہے۔

وَاِنۡ كَانَ قَمِيۡصُهٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ فَكَذَبَتۡ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۲۷﴾

اور اگر کرتا پیچھے سے پھٹا ہو تو یہ جھوٹی اور وہ سچا ہے۔

یہ حالات کی گواہی ہے۔ حضرت یوسفؑ کی قمیض کی حالت بتا رہی تھی کہ عورت جھوٹی ہے اور یوسفؑ سچے ہیں۔

فَلَمَّا رَاٰ قَمِيۡصَهٗ قُدَّ مِنۡ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنۡ كَيۡدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيۡدَكُنَّ عَظِيۡمٌ ﴿۲۸﴾

اور جب اس کا کرتا دیکھا (تو) پیچھے سے پھٹا تھا (تب اس نے زلیخا سے کہا) کہ یہ تمہارا ہی فریب ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ تم عورتوں کے فریب بڑے (بھاری) ہوتے ہیں۔

یہاں سے عزیزِ مصر کا کردار دیکھیں۔ صاف نظر آ رہا ہے کہ بیوی کا قصور ہے۔ اس پر یہ کہنے کی بجائے اِنَّهٗ مِنۡ كَيۡدِكِ، کچھ اور کہہ رہا ہے۔ یہاں سے آپکو بزدل مردوں کی نفسیات دکھتی ہے۔ جن سوسائیٹیز میں عورتیں مردوں پہ غالب ہیں تو پھر وہاں مرد بے غیرت ہو جاتے ہیں۔ جب عورتوں سے حیا نکل جاتی ہے تو مردوں سے غیرت نکل جاتی ہے۔ یہ مرد بھی اسی قسم کا نظر آ رہا ہے۔ یہ کہنے کی بجائے کہ یہ سراسر تمہارا قصور ہے، ڈرتے ڈرتے کہہ رہا ہے یہ تم ساری عورتیں ہوتی ہی ایسی ہو۔ بیوی سے غصہ کرنے کی بجائے یوسفؑ کو ہی کہتا ہے

يُوۡسُفُ اَعۡرِضۡ عَنۡ هٰذَا ۚ وَاسۡتَغۡفِرِىۡ لِذَنۡۢبِكِ ۖ اِنَّكِ كُنۡتِ مِنَ الۡخٰطِـئِيۡنَ ﴿۲۹﴾

یوسف اس بات کا خیال نہ کر۔ اور (زلیخا) تو اپنے گناہوں کی بخشش مانگ، بے شک خطا تیری ہے ۔

اس شخص نے اپنی بیوی کا یہ عمل دیکھ کے بھی کوئی ری ایکشن شو نہیں کیا۔ یہ ہے ایسے معاشرے کی کہانی جہاں عورتیں غالب آجاتی ہے۔ پھر مردوں میں بات کرنے کی جرأت نہیں رہتی۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ "دیوث جنت میں نہیں جائے گا جبکہ اُس کی خوشبو دور سے آرہی ہو گی۔" تو اللہ کے نبیؐ سے پوچھا گیا کہ دیوث کس کو کہتے ہیں تو فرمایا "وہ مرد جو اپنے گھر والوں کے اندر کوئی بُرائی دیکھے اور اُس پہ کوئی ایکشن نہ لے۔ یہ سارے مسئلے ہم سورۃ نور میں بڑی تفصیل سے پڑھیں گے کہ میاں بیوی کے تعلق میں کوئی تیسرا آجائے تو کیا کیا جائے۔ یعنی اگر عورت زنا کرتی ہے یا مرد زنا کرتا ہے تو اُن دونوں کے لیے کیا حکم ہے لیکن یہاں سمجھ آرہی ہے کہ جہاں دنیا کی دولت بہت زیادہ ہے وہاں شوہر اپنی بیویوں کے ایسے رویوں پہ کوئی ری ایکشن شو نہیں کرتے۔ ایک تھپڑ تو مار ہی سکتا تھا لیکن کچھ نہیں کہا۔ اُلٹا یوسفؑ کو کہہ رہا ہے کہ یوسفؑ آپ معافی مانگ لیں یہ آپکی غلطی ہے۔ یہ کوئی تمہارا گناہ نہیں ہے اور نہ ہی کوئی بڑی بات ہے، بس ایک ہلکی سی بات ہو گئی ہے تو اس کو چھوڑ دو۔ چاہتا کیا تھا کہ بات باہر نہ نکلے۔ بڑے عُہدوں کے لوگوں کو اپنے کردار پہ لگے دھبے بہت بُرے لگتے ہیں۔ اس کا خیال یہ تھا کہ میری بیوی کی یہ بات باہر نہ نکلے۔ کہتے ہیں نا کہ "عشق اور مُشک چھپائے نہیں چھُپتے"۔ بات تو باہر نکل گئی۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَن نَّفْسِهِ ۖ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ۖ إِنَّا لَنَرَاهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ

﴿۳۰﴾

اور شہر میں عورتیں گفتگوئیں کرنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتی ہے۔ اور اس کی محبت اس کے دل میں گھر کر گئی ہے۔ ہم دیکھتی ہیں کہ وہ صریح گمراہی میں ہے ۔

یہ قَال کیا ہے؟ خواتین کی گپ شپ۔ کٹی پارٹیز، گوسپ اور دوسری پارٹیز۔ اب سکینڈل بن گیا۔ کہ عزیزِ مصر کی بیوی کو اُسکا ملازم پسند آگیا۔ یہ بُری بات نہیں تھی کہ کوئی پسند آگیا کیوں کہ یہ تو ماڈرن لوگوں کے لیئے عام سی بات ہے، بُری بات یہ تھی کہ پسند آنے والا "ملازم" تھا۔ شَغَف کہتے ہیں دل کے اوپر کی جھلی کو۔ اسی سے پھر وہ محبت جو دل کا پردہ پھاڑ کر دل کے اندر گھس جائے۔ یعنی عورتیں باتیں کرنے لگ گئیں کہ دیکھو اسے کوئی اور نہ ملا۔ ابنِ قیّم نے اس ایک آیت سے دس جُملے نکالے۔ جو عوتوں نے لعن طعن کی اُن میں سے چند یہ ہیں۔

1۔ اسے ایک بڑے عُہدے دار کی بیوی کہا۔

2۔ یہ اپنے ہی غلام کو بہکا رہی ہے۔

3۔ اپنی طرف سے دعوت دے رہی ہے۔

4۔ پھر قَدْ شَغَفَهَا ، اسکے دل میں تو اسکی محبت گھس گئی ہے۔

5۔ اِنَّا لَنَرٰىهَا ، یہ چھُپائے لیکن چھُپتا نہیں۔ ہمیں سب پتہ ہے۔

6۔ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ جب عورتوں نے باتیں کرنا شروع کیں تو یہ باتیں عزیزِ مصر تک بھی پہنچیں۔ جس بات کو جتنا چھُپائیں اُتنی نکلتی ہے۔ ایسے لوگوں کو اللہ کا ڈر نہیں ہوتا بلکہ لوگوں کا ڈر ہوتا ہے۔ بُرائی کر کے اُسے بُرا نہیں کہتے۔ بس یہ کہتے ہیں کہ بُرائی دکھے نہ۔

فَلَمَّا سَمِعَتۡ بِمَكۡرِهِنَّ اَرۡسَلَتۡ اِلَيۡهِنَّ وَاَعۡتَدَتۡ لَهُنَّ مُتَّكَـاً وَّاٰتَتۡ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنۡهُنَّ سِكِّيۡنًا وَّقَالَتِ اخۡرُجۡ عَلَيۡهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيۡنَهٗۤ اَكۡبَرۡنَهٗ وَقَطَّعۡنَ اَيۡدِيَهُنَّ ۖ وَقُلۡنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيۡمٌ ﴿۳۱﴾

جب زلیخا نے ان عورتوں کی (گفتگو جو حقیقت میں دیدار یوسف کے لیے ایک) چال (تھی) سنی تو ان کے پاس (دعوت کا) پیغام بھیجا اور ان کے لیے ایک محفل مرتب کی۔ اور (پھل تراشنے کے لیے) ہر ایک کو ایک چھری دی اور (یوسف سے) کہا کہ ان کے سامنے باہر آؤ۔ جب عورتوں نے ان کو دیکھا تو ان کا رعب (حسن) ان پر (ایسا) چھا گیا کہ (پھل تراشتے تراشتے) اپنے ہاتھ کاٹ لیے اور بے ساختہ بول اٹھیں کہ سبحان اللہ (یہ حسن) یہ آدمی نہیں کوئی بزرگ فرشتہ ہے ۔

عورت کو سمجھ آگئی کہ شہر میں میرے بارے میں باتیں ہو رہی ہیں۔ اور آج کے دور کا فیس بک یا ٹوئیٹر اُس دور میں ہوتا تو چرچے شروع ہو جاتے تو کہا اچھا کوئی بات نہیں۔ میں بھی ان سے بدلا لیتی ہوں۔ اُس دور کا رواج تھا کہ زمین پر بڑے آرام دہ قسم کے قالین بچھوائے جاتے تھے۔ تو اس نے ایک بڑی سی دعوت رکھی۔ دوست تو خوش ہو رہے ہوں گے کہ ہماری دوست کتنی اچھی ہے کہ ہمیں اتنی بڑی پارٹی دے رہی ہے۔ لیکن پیچھے مقصد کچھ اور تھا۔ آج بھی جو پارٹیز اسلام سے خالی ہوتی ہیں اُن کے پیچھے ایسے ہی اپنے مقاصد ہوتے ہیں۔

سِكِّيۡنًا ، لفظ چھُری کے لیئے آتا ہے۔ یعنی سٹارٹر کے طور پہ کچھ فروٹس رکھ دیئے اور ساتھ ایک ایک چھُری بھی رکھ دی۔ جب یوسفؑ کو دیکھا تو ان پر اُنکے حُسن کا رعب پڑ گیا۔

صحیح مسلم کی روائیت ہے کہ ساری دنیا کا آدھا حُسن یوسفؑ کو دیا گیا۔ معراج کے موقع پر نبیؐ کی ملاقات یوسفؑ سے ہوئی تو آپ نے اُنکو بہت حسین پایا۔

عورتیں حضرت یوسفؑ کے حُسن میں کھو گئیں۔ اتنی مبہوت ہوئیں کہ چھُریوں سے پھل کے ساتھ اپنے ہاتھ بھی کاٹ لیئے اور اُن کو پتہ ہی نہ چلا۔ بعض کہتے ہیں کہ جان کے کاٹے تا کہ یوسفؑ پکڑیں اور مرہم پٹی کریں۔ جو بات عزیزِ مصر نے یوسفؑ سے چاہی، وہی جذبے ان عورتوں کے دل میں بھی یوسفؑ کے لیئے تھے۔ حَاشَ لِلّٰہِ کہتے ہیں جانور کو گھیر کے لانے کے لیئے اِدھر اُدھر سے اکھٹا کرنا۔ ایک لفظ ہوتا ہے 'حاشیہ'۔ یہ کیا کرتا ہے کہ چیزوں کو اپنے اندر سمیٹتا ہے۔ تو حَاشَ لِلّٰہِ کا معنی وہی ہے جو آعوذُبِاللہ کا ہے۔ جو شخص سب سے کٹ کے اللہ کا ہو جائے اُس کے لیئے بھی حَاشَ لِلّٰہِ کا لفظ آتا ہے۔ تو عورتوں نے کہا یہ تو کوئی عام انسان نہیں بلکہ کوئی فرشتہ ہے۔ فرشتہ کیوں کہا ایک تو اُن کے حُسن کی وجہ سے بھی اور دوسرا جو اُن کے چہرے پہ ایک خوبصورتی تھی اُس کی وجہ سے بھی۔ پہلے غلام تھا، اب فرشتہ نظر آنے لگا۔ لوگوں کا یہی حال ہوتا ہے کبھی کسی کے بارے میں ایک کمنٹ دیتے ہیں اور کبھی دوسرا۔ پہلے عورتیں عزیزِ مصر کی بیوی کو باتیں کر رہی تھیں اب خود وہی کام کر رہی ہیں۔ کیوں؟ حدیث کا خلاصہ ہے کہ جب کسی کے اندر کسی انسان کو بُرائی معلوم ہو اور وہ کسی ایسے وقت میں اُس بُرائی کا تذکرہ کر دے جب وہ چھوڑ چُکا ہے تو کہنے والا تب تک نہیں مرے گا جب تک وہ خود اُس بُرائی میں مُبتلا نہ ہو جائے۔ اِدھر یہ بات ہے، کبھی کسی کے بارے میں ایک لفظ غلط نہ بولیں، کل آپ خود اُس میں مبتلا ہو جائیں گے۔ عورتیں کل تک عزیزِ مصر کو بُرا کہہ رہی تھیں، آج خود وہی کر رہی ہیں۔ کیوں کہ اُنہوں نے اُس کو باتیں کی تھیں۔ تو کبھی کسی کے معاملے میں مت بولیں۔ کسی کی بیوی،

کسی کی بیٹی، کسی کا شوہر، کسے کے بارے میں ایک لفظ نہ نکالیں۔ جب اُس نے دیکھا کہ عورتوں پہ اثر ہو گیا ہے تو بولی۔

قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِیْ لُمْتُّنَّنِیْ فِیْهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَىِٕنْ لَّمْ یَفْعَلْ مَاۤ اٰمُرُهٗ لَیُسْجَنَنَّ وَلَیَكُوْنًا مِّنَ الصّٰغِرِیْنَ ﴿۳۲﴾

تب زلیخا نے کہا یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں۔ اور بے شک میں نے اس کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مگر یہ بچا رہا۔ اور اگر یہ وہ کام نہ کرے گا جو میں اسے کہتی ہوں تو قید کر دیا جائے گا اور ذلیل ہو گا ۔

کہنے لگی کہ تم تو اس کی ایک جھلک برداشت نہ کر سکیں تو دیکھو میں نے کتنا صبر کیا کہ اتنے سال سے یہ میرے گھر میں تھا۔ یہ جرأت ہوتی ہے اور ایڈوانس کلچر کی عورتیں ایسی ہی باتیں کرتی ہیں۔ جب عورتوں کے پاس اسلام نہیں ہوتا تو اُن کی پارٹیز میں مذاق بھی گندے ہوتے ہیں۔ کبھی شوہروں کے قصے اور کبھی لڑکے لڑکیوں کی باتیں۔ تو کہنے لگی کہ اب پتہ چلا۔ یہ پارٹی کا اصل مقصد تھا۔ کبھی کوئی آپ کو دعوت دے تو دیکھا کریں کہ کیا واقعی ہی وہ مجھے دیکھ کر خوش ہونا چاہتی ہے یا صرف اپنا گھر اور چیزیں دکھانے کے لیے بُلا رہی ہے۔

وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ اس جُملے کو شوہر کے سامنے کہے ہوئے جُملے سے ملائیں۔ وہاں کیا کہا، کہ دیکھو یہ تمہاری بیوی کو بہکا رہا تھا تو اسکو قید میں ڈال دو۔ اور یہاں کیا کہہ رہی ہے ہاں میں نے اسے بہکایا تھا۔ دوستوں میں اکثر سچ نکلتا ہے۔ بے تکلفی میں ہم اپنی دوستوں سے دل کی بات کر

دیتے ہیں۔ یہاں یہ پتہ چل رہا ہے۔ اقرارِ جُرم کر رہی ہے۔ آج کے دور میں ہوتا تو رجم ہو سکتی تھی۔ کہنے لگی لیکن افسوس کہ یہ میرے ہاتھوں سے بچ گیا۔ اور دوستوں میں بڑھکیں مار رہی ہے کہ ابھی بھی میرے دل میں اس سے تعلق بنانے کی خواہش ہے اور اب بھی اگر اس نے میری بات نہ مانی تو واقع ہی اسکو جیل میں ڈال دوں گی۔ اس سے بڑھ کے اور بے حیائی کی کیا بات ہو سکتی ہے۔ اب یوسفؑ کا امتحان تھا۔ روایات میں آتا ہے کہ ان عورتوں نے بھی اسی قسم کے اِرادے کیئے تھے۔ ایک مرد، جس کے پاس اتنے مواقع ہیں غلط چیزوں میں پڑنے کے لیکن ایسے وقت میں اللہ کو پُکارتا ہے۔ یہ ایک مردِ مومن کی شان ہے۔

قَالَ رَبِّ السِّجۡنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا یَدۡعُوۡنَنِیۡۤ اِلَیۡہِ ۚ وَ اِلَّا تَصۡرِفۡ عَنِّیۡ کَیۡدَہُنَّ اَصۡبُ اِلَیۡہِنَّ وَ اَکُنۡ مِّنَ الۡجٰہِلِیۡنَ ﴿۳۳﴾

یوسف نے دعا کی کہ پروردگار جس کام کی طرف یہ مجھے بلاتی ہیں اس کی نسبت مجھے قید پسند ہے۔ اور اگر تو مجھ سے ان کے فریب کو نہ ہٹائے گا تو میں ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانوں میں داخل ہو جاؤں گا ۔

ایسی دل پھینک عورتوں میں رہنے سے بہتر ہے کہ میں قید میں رہ لوں۔ وہاں میرے ایمان کو تو خطرہ نہیں ہو گا۔

فَاسۡتَجَابَ لَہٗ رَبُّہٗ فَصَرَفَ عَنۡہُ کَیۡدَہُنَّ ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ﴿۳۴﴾ تو خدا نے ان کی دعا قبول کر لی اور ان سے عورتوں کا مکر دفع کر دیا۔ بے شک وہ سننے (اور) جاننے والا ہے ۔

اور یوسفؑ قید میں چلے گئے۔ یہ یوسفؑ کی زندگی کا تیسرا دَور تھا۔ پہلا دور باپ کی شفقت، دوسرا عزیزِ مصر کے گھر میں اور تیسرا قید میں۔

ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

پھر باوجود اس کے کہ وہ لوگ نشان دیکھ چکے تھے ان کی رائے یہی ٹھہری کہ کچھ عرصہ کے لیے ان کو قید ہی کر دیں ۔

یعنی سب کو پتہ تھا کہ یوسفؑ بے گناہ ہیں۔ ایک بڑی محفل میں اتنا بڑا معاملہ ہو گیا۔ ممکن نہیں تھا کہ اس واقعہ کو چُھپایا جائے تو اس محفل کے بڑے اور با اختیار لوگوں نے سوچا کہ اس مسئلے کو کچھ دیر کے لیئے رفع دفع کرو اور یوسفؑ کو منظر سے ہٹا دو۔ اور اُن کو جیل میں ڈال دو۔

اس ایک واقعہ سے ہم اپنے لیے کتنا کچھ لے سکتے ہیں۔ یوسفؑ کس فتنے سے شکار ہیں۔ آپ پتہ نہیں کس سوچ سے اس قصے کو پڑھتے ہوں گے لیکن دنیا کی سب سے سچی کتاب میں یہ قصہ آیا ہے اور یہ کتاب کوئی ہنسی مذاق کا کھیل نہیں ہے۔ دیکھیں کہ ایک مرد کس طرح اپنے آپ کو بچاتا ہے۔ آپ دیکھیں کہ جتنی بھی مرد اور عورت کی محبتیں ہوتی ہیں، اُنکی تین وجوہات ہوتی ہیں۔

ایک محبت لذت پر مبنی ہوتی ہے۔ وہ محبت جو صرف لذت کے لیے ہوتی ہے۔ کچھ دیر مزہ آیا پھر سب ختم۔ اسکی مثال ایسے ہے کہ فیس بُک پہ محبت ہوئی۔ ماں باپ شادی کے خلاف تھے۔ بہت دوڑ دھوپ کر کے شادی ہو گئی۔ شادی کے ٹھیک دو ماہ بعد لڑکی طلاق مانگ رہی ہے۔ یہ ہوتی ہیں لذت سے بھری

محبتیں۔ لڑکیاں اس بات کو نہیں سمجھ پاتیں۔ اُن کو بہت اچھا لگ رہا ہوتا ہے جب لڑکے اُنکی تعریف کرتے ہیں۔

دوسری محبت نفع پہ مبنی ہوتی ہے۔ ایسی محبت دیر سے قائم ہوتی ہے اور جلدی ختم ہو جاتی ہے۔ جب تک فائدے ملتے ہیں محبت قائم رہتی ہے اور جب فائدہ نہیں دے سکتے تو محبت ختم۔ مشہور لوگوں سے یہی محبت ہوتی ہے۔ آج وہ آپ کو اینٹرٹین کرتے رہیں تو ٹھیک ہے ورنہ سب ختم۔

تیسری محبت ہوتی ہے جسکو "خیرِ محض" کہتے ہیں۔ یہ اللہ کی خاطر محبت ہوتی ہے۔ الحُبُّ فِی اللہ۔ یہ محبت کبھی ختم نہیں ہوتی۔ جب تک رہتی ہے خیر ہی پہ رہتی ہے۔ دنیا تو دنیا، قیامت کے دن جب سب دوست دشمن بن جائیں گے تو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں؛۔ آج کے دن سب دلی دوست دشمن بنے ہوں گے سوائے متقیوں کے۔

اسی لیے اسلام نے محبت کا نظریہ شادی کے بعد کی محبت کا دیا ہے۔ اس محبت میں اللہ کا نام ہوتا ہے۔ ہم سورۃ نساء میں پڑھ چُکے ہیں نکاح اللہ کے نام پہ ایک لڑکی اور لڑکے کو حلال کرواتا ہے۔ جو لڑکیاں شادی سے پہلے محبت کرتی ہیں اُنکو شادی کے بعد یہ پتہ چل جاتا ہے کہ boy friend اور Fiancée میں کیا فرق ہے اور Fiancée اور شوہر میں کیا فرق ہے۔ boy friend اور Fiancée پہلے تو تعریف کرتے ہیں اور اچھے بھی لگتے ہیں۔ لیکن شوہر جب تک کمائے نہ اچھا نہیں لگتا۔ وہ آپ کے لیے جتنے مرضی پھول پودے خرید لیں نہیں اچھے لگیں گے۔

تو ساری بات کا خلاصہ کیا ہے کہ ہم سوچیں کہ حضرت یوسفؑ کا کردار ہم کس طرح اپنے بچوں میں پیدا کر سکتے ہیں۔ آخری آیت میں یوسفؑ کی بے گناہی ثابت ہو گئی تھی تو وہ کیسے ہوئی؟ حضرت یوسفؑ کی

فطری پاکیزگی، اُن کی معصومانہ حالت، کُرتے کی حالت، شاہد کی گواہی، شوہر کا بیوی کو ملامت کرنا، اور یوسفؑ سے اعراض کرنا۔ یہ سب کچھ بتا رہا تھا کہ یوسفؑ سچے ہیں۔ لیکن عموماً غریب لوگ دبا لیئے جاتے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہمیں ایسے تمام فتنوں سے بچا کے رکھے۔ اور اسکا علاج صرف یہ ہے کہ دلوں میں اللہ کا خوف ہو، تقویٰ ہو۔ اور وہ تمام ذرائع بند کیئے جائیں جو بچوں کے لیئے ایسے مواقع پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق دے۔ آمین